ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol 6 No.2 2022

پرتو روہیلہ بطور غالب شناس

*صابرہ خان

**ڈاکٹر انور علی

ABSTRACT

Parto Rohalia was a famous critic and a researcher, he also did a great deal of work and research on Ghalib. It is due to his dedication to Ghalib that he is also known as 'Aashiq-e- Ghalib' in the Urdu literary world. He also did the tremendous job of translating Ghalib's letters that were written in Farsi to Urdu. For this contribution he was awarded 'Sitara-e-Imtiaz' in 2008

کلیدی الفاظ:

غالب شناسی، مکتوب الیہم، تفہیمات غالب ، پنج آہنگ، وثوق صراحت، شارحینِ غالب، مذہبی معتقدات، غالب کی انشانگاری، اُسلوب بیدل، مشکلاتِ غالب، سرہ نویسی، دستوری تلازمات۔

غالبیات کی اصطلاح اقبالیات کی طرح اُردو ادب کا ایک اہم حصّہ بن چکی ہے غالب فہمی کی اس دوڑ میں ہندوستان کی طرح پاکستان بھی برابر اپنا حصّہ ڈالتا رہا ہے اور وطن عزیز کے ہر صوبے کی طرح خیبر پختونخوا کے دانشوروں، ادیبوں اور شعرا نے بھی ثابت کیا کہ وہ بھی غالب شناسی میں کس سے پیچھے نہیں۔ اس ذرخیز خطے کے ادیبوں نے غالب کے ایسے ایسے گوشے تلاش کیے جن کی طرف کسی کا دیہان نہیں گیا تھا ۔ خیبر پختونخواہ کے غالب شناسوں کے اس قافلے میں ایک اہم نام مختار علی خان پرتو روہیلہ کا بھی ہے۔ پرتو روہیلہ نے اپنی تمام تر توجہ غالب کے فارسی مکتوبات کی طرف رکھی اور غالب کے تمام فارسی مکتوبات کو اُردو میں ترجمہ کر کے غالب فہموں میں اپنا نام سرفہرست درج کرا لیا۔ اس کے علاوہ غالب کے مشکل اشعار کی ایک شرح کے علاوہ انھوں نے غالب پر چند مقالے بھی لکھے ہیں۔ روہیلہ صاحب کی ایک کتاب " متفرقات غالب" بھی ہے۔ یہ کتاب ادارہ یادگارِ غالب کراچی نے ۲۰۰۵ میں شائع کی۔ اسی طرح" غالب کے فارسی خطوط "مرتبہ: مسعود حسن رضوی ادیب "کا اُردو ترجمہ مع فارسی متن اور سوانح مکتوب الیہم و فرہنگ از پرتو روہیلہ" یہ کتاب ثابت کرتی ہے کہ روہیلہ صاحب ایک محنتی محقق ہیں۔ یہ کتاب ان کی جستجو کا نتیجہ ہے اس کتاب میں سب سے پہلے مولوی سراج الدین احمد کے نام، اس کے بعد بالترتیب مرزا احمد بیگ، مرزا ابوالقاسم خان، بنام ادارہ جامِ جہاں نما اور شیخ ناسخ کے نام فارسی مکتوبات کا اُردو ترجمہ پھر اُن مکتوبات کا فارسی متن پھر مکتوب الیہم کے سوانحی احوال و کوائف دیے گئے ہیں اس کتاب کو پڑھنے والے ادب کے ہر طالب علم کو یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ "غالب" روہیلہ صاحب کا محبوب موضوع ہے۔

تفہیمات غالب میں روہیلہ صاحب کی دوسری کاوش" غالب اور غمگین کے فارسی مکتوبات" کا اُردو ترجمہ معہ فارسی متن اور توضیحات کے ساتھ ہیں اس کے مترجم اور مرتب روہیلہ صاحب خود ہیں۔ یہ کتاب مقتدرہ قومی زبان نے ۲۰۱۲ میں شائع کی۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس دور کی فارسی اور پھر غالب کی فارسی کو سمجھنا۔ اور اُسے سلیس اُردو نثر میں ترجمہ کرنا بلاشبہ روہیلہ صاحب ہی کر سکتے تھے کیونکہ مشکل مفاہیم کو سہل بنانا اُن کی شخصیت کا ایک پہلو ہے۔ اس کتاب میں خطوطِ غالب اُردو، خطوطِ غمگین اُردو، خطوطِ غالب فارسی، خطوطِ غمگین فارسی کا احاطہ کیا گیا ہے۔ کتاب کے پیش گفتار میں خورشید رضوی لکھتے ہیں:

" مجھے ان مکتوبات کے مندرجات پر یہاں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ پرتو رہیلہ صاحب کی مساعی سے ان کا فارسی متن اور اُردو ترجمہ دونوں ہمارے سامنے ہیں۔
مجملاً اتنا کہا جاسکتا ہے کہ یہ خطوط غالبیات کے ذخیرے میں ایک اہم اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے دور کی تاریخی، ثقافتی، مذہبی، علمی اور ادبی فضا پر قابل قدر روشنی ڈالتے ہیں۔" (۱)

غالب شناسی کے دریا میں غوطہ لگاتے پرتو رہیلہ کی محققانہ فطرت نے انھیں " باغ دو در میں شامل غالب کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ " لکھنے پر مجبور کیا۔ یہ کتاب دارالاشاعت بزم علم وفن پاکستان" نے ۲۰۰۰ میں شائع کی۔ اس میں فارسی متن، حوائش اور تعلیقات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے غالب کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ، خطوط کا فارسی متن، مکتوب الیہم کے سوانح اور فرہنگ کے بعد مصنف کے متعلق مشاہیر کی آرا کو بھی شامل کیا ہے۔ اس کتاب کے دیباچے میں نامور محقق اور نقاد ڈاکٹر عبدالوحید قریشی کی رائے سے اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب دیباچے کے آخر میں اپنی رائے کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

(پی ایچ ڈی سکالر)

(اسسٹنٹ پروفیسر)،شعبۂ اردو، جامعہ اسلامیہ کالج پشاور

”پرتوروہیلہ ایک کہنہ مشق شاعر ہی نہیں فارسی زبان پر عالمانہ بہتری رکھنے والے عالم بھی ہیں۔ تفہیم غالب کے حوالے سے ان کی مساعی تعارف کی محتاج نہیں۔ غالب کی ادق نثر کو اُردو دان احباب کے لیے پانی بنا کر پیش کرنے کا یہ عمل کئی اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے۔ جدید نسل ماضی سے اپنا رشتہ توڑ چکی ہے، اس کے لیے آسان راستہ یہی ہے کہ اسے اُردو کے حوالے سے ماضی کے ورثے کی دریافت پر آمادہ کیا جاسکے۔ پرتوروہیلہ نے یہی کیا ہے۔ غالب شناسوں کی صف میں اُن کی آمد نے ایک اچھے فارسی دان کا اضافہ کیا ہے۔ ان کے ترجموں پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے ۔ان کے ذوقِ نظم سے غالب فہمی کی روایت میں پیش از بیش اضافہ ہوا ہے۔ وہ لفظوں کی باریکیوں کو جانتے ہیں، اپنے مطالعے کے زور پر غالب کے طرز احساس کو گرفت میں لے سکتے ہیں، یہی اُن کا کمال فن ہے جس سے ہمیں مستقبل میں غالب کے حوالے سے ادب کی روایت کی تشکیل میں روشن امکانات نظر آتے ہیں۔“(۲)

تفہیم غالب میں پرتوروہیلہ کا ایک اور کارنامہ ”کُلیات مکتوباتِ فارسی غالب“ ہے جو نیشنل بک فاؤنڈیشن نے ۲۰۰۵ میں شائع کی۔ یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے، جس میں انتساب، تشبیہ غالب، فہرست و قطعہ، واحد متکلم، فہرست مکتوب الیہم و تعداد مکتوبات، غالب کی انشانگاری کا ایک دلکش نمونہ، مکتوبات کا اُردو ترجمہ، مکتوب الیہم کے حالاتِ زندگی اور مکتوبات کا فارسی متن شامل ہیں۔ اس ترجمے میں اُن کی احتیاط کا اندازہ اُن کے جملوں سے کیا جاسکتا ہے جو انھوں نے ” واحد متکلم “ میں لکھے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

” غالب کی نثر کا ترجمہ کرتے ہوئے یہ خیال بھی رہا ہے کہ فارسی تک اس کی لطافتِ خیال اور طرز اظہار بھی پہنچے ورنہ مفہوم کی ترسیل تو ان کیاریوں کو پھاند کر بامحاورہ ترجمے سے بھی بڑی آسانی سے ہو سکتی تھی کہ اس طرح مسافت بھی کم ہو جاتی ہے اور الفاظ کا صرف بھی مگر اس طرح اظہار کے سارے رنگ نہیں آسکتے جو گفتگو میں ہوں لہٰذا ترجمے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اظہار کا بالواسطہ طریقہ بھی تاہم رہے اور قاری پر بات کہنے والے کی ندرت خیال بھی آشکار ہو جائے یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ آج کا قاری ڈیڑھ سو سال پہلے کی تہذیب اور اس تہذیب کی زبان و بیان سے بھی کماحقہ باخبر ہو سکے کہ وہ ترجمہ جو اپنے دور کی تہذیب اور طرز بیان کی عکاسی نہ کرتا ہو، غیر حقیقت پسندانہ ہو گا۔“ (۳)

حقیقت تو یہ ہے کہ روہیلہ صاحب ایک حسین لہجے کے شاعر ہی نہیں بلکہ ایک قابل اعتماد محقق بھی ہیں ایک ایسے محقق جو ”غالبیات “ کا ایک مستند حوالہ بن چکے ہیں۔ انھوں نے غالب کے ایوانِ فارسی کے ادھ کھلے دریچوں کو پورا وا کر کے لوگوں کو اس سے مستفید ہونے کا موقع فراہم کیا ہے۔ غالب کی فارسی کا ایسے اُردو ترجمہ جو آج کے دور کے لیے اس طرح قابلِ فہم رہے کہ اس کا حسن بھی کم نہ ہو بلاشبہ روہیلہ صاحب ہی کر سکتے تھے۔

” کُلیات مکتوبات فارسی غالب“ میں پنج آہنگ (آہنگ پنجم) میں ” غالب کی انشاء نگاری کا ایک دلکش نمونہ“ کے عنوان میں ابتدائی شعر کا ترجمہ کچھ اس انداز سے کیا ہے:

کم از آنم که در معذر تم باید زد

پیش ازانی که دہی خجلتِ تقصیر مرا ترجمہ:

” میری حیثیت اتنی بھی نہیں کہ میرے لیے معذرت کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے (لیکن) تو اس سے بلند ہے کہ مجھے میری تقصیر پر شرمندہ کرے۔“(۴)

اسی کتاب میں غالب کا بنام میاں نوروز علی خان بہادر خط بھی شامل ہے۔ اس خط میں غالب کے شعر کا ترجمہ کچھ اس انداز سے کیا گیا ہے :

اے به دل نزدیک و دور از دیده گفتارم به تست

از توام بادل بود گفتار وپندارم به تست

ترجمہ:

” اے کہ تو دل کے قریب اور آنکھوں سے دور ہے میری بات تجھ سے ہے میں اپنے دل میں تجھ سے باتیں کرتا رہتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ تجھ سے بات کر رہا ہوں“ (۵)

” مشکلات غالب“ سنتے ہی جو پہلا تصور ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ مصنف نے غالب کو جو مشکلات پیش آئیں اُن کا ذکر کیا ہو گا مگر آخر کار ” جدّت پسند غالب“ پر کام کرتے کرتے پرتوروہیلہ پر اُن کا اثر کیوں نہ ہوتا۔ روہیلہ صاحب نے غالب کے دیوانِ سے ایسے اشعار چُنے جو عام فہم نا تھے جنھیں اُن کی مشکل پسندی کی مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے یہ کتاب نقوش پریس لاہور نے شائع کی اس کتاب کے ناشر جاوید طفیل عرض ناشر میں لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.2 2022

" زیر نظر تخلیق اس لیے بھی اہمیت کی حامل ہے کہ پرتو روہیلہ نے والہ حیدر آبادی سے لے کر شمس الرحمٰن فاروقی تک، کہ ہمارے ہم عصر غالب شناسوں میں سر خیل ہیں، سب کی نثر کو پیش نظر رکھ کر غالب کے مشکل اور متنازعہ فیہ اشعار کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس کوشش میں روایتی مرتبے اور کوشش سے مرعوب ہوئے بغیر انتہائی ادبی دیانتداری کے ساتھ اور شاعر کے مزاج شخصی میلانات کو مد نظر رکھتے ہوئے انھوں نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ بہت سے موارد میں اُن کے ذہن رسانے ان کی اس دقیق نکتے تک رہنمائی کی ہے، جو ہمارے سارے شارحین کی نظر سے اوجھل رہا ہے یوں تو ادب خاص کر تشریح شعر میں کوئی بات حرفِ آخر نہیں ہوتی لیکن ہمیں یہ بات پیش کرتے وقت یقین ہے کہ نقد ادبِ اعلیٰ میں اضافہ ہو گا اور اس کی اشاعت تفہیم غالب میں بالخصوص معنی کی طرف ایک قدم ثابت ہو گی۔"(۶)

غالب شناسی، غالب فہمی اور غالب سے عشق کا ایک اور بیّن ثبوت پرتو روہیلہ کی کتاب " بارے غالب کا کچھ یہاں ہو جائے" بھی ہے۔ یہ کتاب چھے ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں روہیلہ صاحب نے اپنی تمام تر صلاحیتیں خرچ بھی کی ہیں اور مجتمع بھی۔ یہ کتاب اُن کے تجربات کا نچوڑ ہے۔ اس کتاب کو انجمن ترقی اُردو پاکستان نے ۲۰۰۵ میں شائع کیا۔ کتاب کے " حرفِ چند" میں جمیل الدین عالی لکھتے ہیں :

" پرتو روہیلہ کی اس کتاب میں اُن کے متفرق تحقیقی و تنقیدی مضامین شامل ہیں جن سے غالب شناسی کے کئی رُخ سامنے آتے ہیں اور اس باب میں شامل ہونے والے کئی اشکالات کی رضاحت بھی ہو جاتی ہے، فاضل مصنف و مرتب اُردو، انگریزی اور پشتو کے علاوہ فارسی پر بھی قابلِ رشک دسترس رکھتے ہیں، انھوں نے زیادہ تر توجہ غالب کے شارحین پر صرف کی ہے۔ جن میں علامہ نیاز فتح پوری اور " وثوق صراحت" کے مصنف والہ حیدر آبادی خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان شارحین سے تہذیب و شائستگی کے دائرے میں رہتے ہوئے پرتو روہیلہ نے اختلاف بھی کیا ہے تاہم والہ حیدر آبادی کی اولین شرح غالب کے بعض نکات اس طرح اُجاگر کیے ہیں کہ غالب فہمی میں ان سے کماحقہ مدد مل سکتی ہے۔ غالب کا تین اہم فیصلے، غالب کے مذہبی معتقدات پر بھی سیر حاصل تحقیق کر کے نتائج کا استنباط کیا ہے ۔ جن کے بعد" صلائے عام ہے۔ یاران نکتہ واں کے لیے" جیسی راہیں مزید تحقیق کے لیے کھل جاتی ہیں۔"(۷)

کتاب کے پہلے باب میں اُنھوں نے غالب کی زندگی کا سرسری جائزہ لے کر بتایا ہے کہ اُن کی زندگی میں ہزاروں مواقع ایسے آئے ہوں گے کہ جن کے اثرات اُن کی زندگی پر پڑے ہوں گے مگر ان سب کا مجموعی جائزہ لیں تو اندازہ ہو گا کہ ان سارے موقعوں میں تین اہم مواقع ایسے آئے جس وقت اُنھوں نے جو فیصلے لیے اُن فیصلوں نے نہ صرف اُن کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا بلکہ تاریخ پر بھی ان مٹ نقوش چھوڑے۔ اس سلسلے میں پرتو روہیلہ کی رائے ملاحظہ کیجیے:

"ان اہم ترین فیصلوں میں سب سے دقیع فیصلہ اُسلوب بیدل ترک کر کے آسان گوئی کا فیصلہ ہے، دوسرا فیصلہ وہ ہے جو اُنھوں نے کلکتہ جاتے ہوئے لکھنؤ کے قیام کے دوران آغا میر سے ملاقات کے لیے اپنی شرائط پیش کر کے کیا اور تیسرا فیصلہ وہ ہے جو انھوں نے دہلی کالج کی مدرسی سے انکار کی صورت میں کیا۔ ظاہر ہے ان تینوں فیصلوں میں پہلا فیصلہ تو خالصتاً ادبی ہے۔ یعنی جس کا تعلق غالب کی ادبی شخصیت اور ان کی ادبی اقدار سے ہے جب کہ باقی دونوں فیصلے غالب کی معاش سے تعلق رکھتے ہیں "۔(۸)

دوسرے مضمون میں اُنھوں نے نیاز صاحب کی " مشکلات غالب" میں سے اشعار لے کر اُن کی تشریح سے نہ صرف اختلاف کیا ہے بلکہ اپنے اختلاف کو دلائل سے ثابت بھی کیا ہے۔ اُن کے مطابق نیاز صاحب نے اُن کی تشریح غالب کے مزاج کے مطابق نہیں کی اس کے جواب میں اپنی جو تشریح اُنھوں نے لکھی ہے اُسے پڑھ کر روہیلہ صاحب کی غالب فہمی کی داد دینی پڑتی ہے۔

تیسرا مضمون " غالب کی انشانگاری اور فارسی نویسی " میں اُن کے اُصولوں کے مطابق غالب کی ان دونوں اصناف کا جائزہ لے کر رائے پیش کی ہے اور غالب کی فارسی نثر کے اجزائے ترکیبی اس طرح بتائے ہیں:

" میرے خیال میں غالب کی نثر کے اہم اجزائے ترکیبی مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ خود نمائی اور قدرت بیان کا طنطنہ و طمطراق

۲۔ سرہ نویسی کی کوشش

۳۔ دستوری تلازمات وسیع نگاری و محاورات (۹)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.2 2022

چوتھا مضمون " غالب کے دینی و مذہبی عقائد " ہے۔ غالب اپنے معاشرے اور ماحول سے باغی تھے غالب کی انانیت سب سے انوکھی تھی اور یہی انوکھی اور نرالی انانیت اُن کو مذہب میں بھی آڑے آئی۔ تاریخ اُردو شاعری میں جیسے غالب کی شخصیت قد آور ہے اس طرح اُن کی انا بھی نرالی ہے۔ اُس دور میں دین و مذہب کے بارے میں کچھ کہنا تو دور کی بات شاعری میں ان مضامین کا احاطہ کرنا ممکن تھا مگر وہ غالب ہی کیا جو عام روش پر چلتے، اُنھیں تو وبائے عام میں مرنا بھی پسند نہیں تھا۔ وہ علی الاعلان کہتے کہ شراب پیتا ہوں اور روز پیتا ہوں اُس کے مطابق ملّاؤں کی یہ جنت اُن کے دُکھوں کا مداوا ہرگز نہیں ہے۔ مضمون کے آخر میں اُس متنازعہ موضوع کو سمجھتے ہوئے روہیلہ صاحب نے جو ماہرانہ رائے پیش کی ہے اسے ذرا ملاحظہ کیجیے :

> " خلاصہ یہ کہ مرزا صاحب ایسے صوفی تھے جو وحدت الوجود پر مکمل ایمان رکھتا ہو اور شراب بھی پیتا ہو اور ایسے سُنّی تھے جو حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کو حضرت علیؓ کا عطیہ مانتا ہو اور حضرت علیؓ کو ہر حیثیت سے افضل سمجھتا ہو اسی طرح وہ ایسے شیعہ تھے جو حضرت ابو بکر صدیقؓ و عمرؓ کو خلیفہ بلا فصل نہ مانتا ہو اس طرح در حقیقت وہ آزاد رو تھے اور تقلید کو شاعری کی طرح مذہب میں بھی روا نہیں رکھتے تھے اور اپنی روش سے ہٹ کر چلنے کی عادت کو مذہب میں بھی نہیں چھوڑ سکتے تھے۔"(۱۰)

"بارے غالب کا کچھ بیاں ہو جائے" میں پانچواں مضمون والئہ حیدر آبادی اور شرح اشعار غالب" ہے۔ اس میں والہ حیدر آبادی کے چند اشعار اور غالب کی شرح ہے۔ سب سے آخر میں " تفتہ کا نادر مرثیہ غالب " شامل ہے۔ غالب اور تفتہ کا دلی اور روحانی تعلق استاد اور شاگرد کے رشتے سے نکل کر پیرو مرشد کے درجے پر پہنچ چکا تھا۔ اس سلسلے میں مرثیہ کو پیش کرنے سے پہلے پرتو روہیلہ لکھتے ہیں :

> " حقیقتاً میرے لیے بھی تفتہ کے اس مختصر تعارف کے ساتھ اس طویل اور واقعی معرکہ آراء مرثیے کا ترجمہ کرنے اور اصل فارسی متن کے ساتھ پیش کرنے کا یہی محرک تھا کہ یہ نایاب و پُر اثر مرثیہ غالب دوستوں تک پہنچ کر ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے۔"(۱۱)

حقیقت یہ ہے کہ پرتو روہیلہ ایک پُر گو شاعر اور وضع دار شخصیت تھے غزلیں نظمیں اور دوہے سب لکھا اور خوب لکھا مگر تخلیقی طور پر ایک توانا اور ہمہ گیر شخصیت کو جب غالب سے عشق ہوا تو ایسا ہوا کہ اُس کے لیے سب کو پیچھے چھوڑ دیا۔ وہ اس عشق میں ایسے آگے گئے کہ گیارہ کتابیں غالب پر لکھ ڈالیں۔ اُن کے فارسی خطوط کے تراجم بھی اسی عشق کے نمونے ہیں۔ اُن کے غالب سے عشق نے کہیں اُن سے مشکل اُردو اشعار کی تشریح کرائی تو کہیں فارسی شاعری کو اُردو میں ڈھالا، مگر غالب کے فارسی خطوط، جو اب ایک کلیات کی صورت میں چھپ چکے ہیں اس عاشق کے جنوں کی عجیب داستان سُناتے ہیں۔ اُنھوں نے ان خطوط کے صرف تراجم نہیں لکھے بلکہ ان پر حواشی لکھے، مکتوب الیہم کے سوانح حیات مرتب کیں اور اُردو مشکل الفاظ کی فرہنگ بنائی۔ اُنھیں اُن کی ادبی خدمات کے سلسلے میں اکادمی ادبیات پاکستان 1985 میں نوائے شب" پر " ڈاکٹر محمد اقبال ایوارڈ" عطا کیا۔ اس کے علاوہ انھیں ۲۳ مارچ ۱۹۹۴ کو حکومت پاکستان نے صدارتی اعزاز برائے حسن کارکردگی سے بھی نوازا۔ اسی طرح ۲۰۰۸ میں انھیں ستارہ امتیاز بھی عطا کیا گیا۔

حوالہ جات

۱۔ خورشید رضوی، پیش گفتار، مشمولہ: غالب اور غمگین کے فارسی مکتوبات، مترجم: پرتو روہیلہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۱۲، ص ۹

۲۔ ڈاکٹر عبدالوحید قریشی، دیباچہ، مشمولہ: غالب کے فارسی خطوط، مترجم: پرتو روہیلہ، دار الاشاعت، بزم علم و فن پاکستان انٹرنیشنل، ۲۰۰۰، ص ۸

۳۔ پرتو روہیلہ، کلیات مکتوبات فارسی غالب (اردو ترجمہ، فارسی مکتوبات کا متن اور مکتوب الیہم کے حالات زندگی) مترجم و مرتب: پرتو روہیلہ، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، ۲۰۱۰، ص ۱۲، ۱۳

۴۔ ایضاً، ص ۲۳

۵۔ ایضاً، ص ۲۱۵

۶۔ جاوید طفیل، عرض ناشر، مشمولہ: مشکلات غالب، پرتو روہیلہ، نقوش پریس لاہور، س ن، ص ۵، ۶

۷۔ جمیل الدین عالی، حرفے چند، مشمولہ: بارے غالب کا کچھ بیاں ہو جائے، پرتو روہیلہ، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۲، ص: ح

۸۔ ایضاً، ص ۱

۹۔ ایضاً، ص ۵۰

۱۰۔ ایضاً، ص ۸۴

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۰۹